دنیائے اسلام

از

(جناب مدیر لائف انٹرنیشنل نیویارک)

مترجم

(جناب پروفیسر نظام الدین ایس گوریکر ایم اے)

(۲)

حضرت محمدؐ نے اپنی زندگی میں ذاتی طور پر عورت کی سماجی حیثیت کو بلند کیا تھا۔ لڑکیوں کے قتل عام کی مذمت کرتے ہوئے آپ نے یہ بتایا کہ لڑکے اور لڑکیاں دونوں خدا کی عطا کردہ نعمتیں ہیں۔ اسی طرح بدوؤں کی لاتعداد شادیوں کی مخالفت کرتے ہوئے انھوں نے تلقین کی کہ تمھاری نظر میں جو عورت خوبصورت اور نیک ہو اس سے بیاہ کرو۔ دو، تین یا چار عورتوں سے بیاہ کیا جا سکتا ہے لیکن اگر یہ خدشہ ہو کہ چاروں کے ساتھ مساویانہ برتاؤ نہیں ہو سکتا تو ایک ہی سے شادی کرنی چاہیئے۔ آج بہت سے مسلمان حضرت محمدؐ کے ان الفاظ کو ایک شادی کے حق میں پیش کرتے ہیں اور اس بنیاد پر اور معاشی وجوہات کی بناء پر مسلمانوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو ایک یا دو بیویاں رکھتے ہیں۔ دوسری قدیم رسومات اسلام سے خارج ہو رہی ہیں یا مٹ رہی ہیں۔ ترکی مکمل طور پر اور مصر، شام، لبنان، ایران، عراق اور فلسطین میں بڑی حد تک پردہ کا رواج ختم ہو چکا ہے۔ آج بھی عرب کے بعض حصوں شمالی افریقہ اور خصوصاً پاکستان میں جو تمام مسلم اقوام میں عورتوں کے لئے انتہائی قدامت پرست رجحان اور نظریہ رکھتا ہے پردے کا رواج پایا جاتا ہے۔ تاہم پاکستان میں صرف شہری عورتوں کی نصف تعداد جو کل آبادی کا ایک نہایت ہی قلیل حصہ ہے

پردہ کرتی ہے۔ چند مسلم ممالک میں جن میں پاکستان بھی شامل ہے عورتوں کے لئے اعلیٰ تعلیم کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور انھیں حق رائے دہندگی بھی دیا گیا ہے۔ اسلام میں عورتیں ہر جگہ ان سماجی پابندیوں کے خلاف بغاوت کر رہی ہیں، روشن خیال مسلمانوں کے نزدیک اسلامی زندگی میں ٹھہراؤ کی ایک وجہ عورتوں کو مفلوج بنا دینا ہے چند اور اسلامی رواج جو یا تو ماخوذ ہیں یا مذہب کی طرف سے عائد کردہ ہیں بعد کے دو صفحوں پر دیئے جاتے ہیں۔

"ایک مسلمان بچے کی ختنہ کی جاتی ہے"

اسلام میں دوسری رائج رسوم کی طرح رسم ختنہ بھی اُس عہد کے مروجہ مذہبی رسوم سے اپنائی گئی تھی اور اس رسم کو حضرت محمدؐ نے سب سے آخر میں رواج دیا۔ قرآن میں 'ختنہ' سے متعلق کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ شاید اس لئے کہ غیر ضروری سمجھا گیا۔ زمانۂ قدیم سے یہ رسم مصریوں، ابی سینیا والوں، عربوں اور یہودیوں میں رائج تھی۔ آج ساری دنیا کے مسلمان اس رسم کو ادا کرتے ہیں اور اسے بھی عقائد کی ایک کڑی سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ اس رسم سے متعلق نظریات میں جگہ جگہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ مقامات پر اسے حکم سمجھا جاتا ہے۔ لیکن 'لازمی' نہیں سمجھتے۔ دوسرے مقامات پر اسے ضروری اور لازمی سمجھا جاتا ہے یعنی جو 'ختنہ' نہ کرے وہ صاحب ایمان نہیں۔ بہت سے علاقوں کے لئے یہ رسم جشن کے طور پر منائی جاتی ہے یعنی اس موقع پر دعوتِ طعام اور محفلِ رقص وسرود منعقد کی جاتی ہے۔

'تکفین و تجہیز'

اگر رسوماتِ تکفین و تجہیز کو مفصل طور پر دیکھا جائے تو ہمیں بہت سے اختلافات نظر آئیں گے لیکن علم طور پر مسلمان تجہیز و تکفین کے سلسلے میں ایک ہی مرکزی مذہبی دستور کی پابندی کرتے ہیں۔

جوں ہی ایک شخص کی موت واقع ہوتی ہے اس کے جسم کو دھویا جاتا ہے یعنی غسل دیا جاتا ہے۔ ہاتھوں کو اس طرح رکھا جاتا ہے جیسے کوئی عبادت میں مصروف ہو اور لاش کو کفن میں

رکھا جاتا ہے۔ اس سے قبل کہ میت کا چہرہ ہمیشہ کے لئے چھپا دیا جائے۔ اس کے رشتہ دار اور عزیز اس کا آخری دیدار کرتے ہیں۔ قبرستان میں تلاوتِ کلام الٰہی کی جاتی ہے اور میت کے کانوں میں یہ جملے کہے جاتے ہیں 'تمہارا رب کون ہے؟' 'اللہ' 'تمہارا دین کیا ہے؟' 'اسلام' 'اس کے رسول کون ہیں؟' 'محمدؐ' یہ ان جوابات کی یاد دہانی کے لئے ہے جو قبر میں منکر و نکیر نامی فرشتے اس سے دریافت کریں گے، کیوں کہ اگر ان فرشتوں کے سوالات کے جوابات دینے میں غلطی سرزد ہو جائے تو وہ قیامت تک اُسے اذیت اور تکلیف دیں گے۔ لاش کو قبر میں اس طرح اتارا جاتا ہے کہ اس کا منہ کعبہ کی طرف رہے۔ ایک اصول کے تحت کفن حذف کیا جاتا ہے تاکہ فرشتوں کی آمد پر لاش ٹھیک طرح بیٹھ سکے۔

ماہِ رمضان

'نزولِ قرآن پر اظہارِ تشکر کا مہینہ'

حضرت محمدؐ پر سب سے پہلے وحی 'شبِ قدر' میں نازل ہوئی۔ 'شبِ قدر' روایتاً اسلامی سال کے نویں مہینے رمضان کی ۲۷ رتاریخ کو ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت محمدؐ نے اعلان کیا کہ رمضان کا پورا مہینہ روزے رکھنے کا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں قرآن کا نزول ہوا۔ اور اعلان کیا گیا 'ماہِ رمضان کے دوران میں جنت کے دروازے کھلے رہتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند رہتے ہیں اسی طرح شیطان مہینہ بھر گرفتار رہتا ہے۔ روزہ کے تصور سے حضرت محمدؐ عرصے سے متعارف تھے اس سے قبل یہودی اور عیسائی تسخیرِ نفس اور قربِ الٰہی کے لئے روزہ رکھا کرتے تھے۔ یہودیوں کے ہاں روزہ غروبِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک ہوتا تھا لیکن حضرت محمدؐ نے اس کے برخلاف پورے مہینے کے روزوں کا اعلان کیا اور روزے کے مختلف اوقات مقرر کئے یعنی صرف روزِ روشن ہی میں روزہ رکھا جائے۔ صرف اس وقت تک کھاؤ اور پیو جب تک کہ صبح کاذب کے وقت ایک سفید ڈوری کی ایک

سیاہ ڈوری کے مقابلے میں تمیز نہ کر سکو۔ اس کے بعد غروبِ آفتاب تک مکمل روزہ رکھو۔

اکثر مسلمانوں کے نزدیک تمام مذہبی فرائض میں رمضان کے روزے سب سے اہم ہیں اور وہ انھیں نہایت پابندی سے انجام دیتے ہیں۔ بیمار، ضعیف، نابالغ اشخاص اور حاملہ عورتوں کے علاوہ ہر مسلمان کو ماہِ رمضان کے دوران صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے، پینے اور مباشرت سے لازمی طور پر اجتناب کرنا چاہیئے ایک دن کا روزہ ذرا سے جھوٹ یا بری نظر کی وجہ سے باطل ہو جاتا ہے۔ روزے کے درمیان ان اوقات کو عبادت اور ریاضت میں گزارنا چاہیئے لیکن کچھ لوگ محض سو کر گذارتے ہیں اسی طرح تجارت اور عوامی مشاغل دن کے وقت سست رفتاری سے انجام پاتے ہیں لیکن جوں ہی مغرب کی اذان ہوتی ہے زندگی میں تازگی آجاتی ہے۔ رمضان کے خاتمے پر کرسمس سے مشابہت رکھتا ہوا ایک جشنِ عید منایا جاتا ہے۔ اس روز نمازِ شکرانہ، ادا کی جاتی ہے بھائی چارہ کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور تحفے تحائف پیش کیے جاتے ہیں۔

صوفیائے کرام مختلف طریقوں سے قربِ خداوندی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں

دوسرے مذاہب کی طرح اسلام میں بھی ایسے اشخاص گذرے ہیں جو عمیق تر مذہبی تجربات کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تاکہ اس طرح وہ قُربِ الٰہی سے مشرف ہوں۔ آٹھویں صدی میں چند مسلم صوفیائے کرام نے رہبانی اشغال بنائے۔ بارہویں صدی عیسوی کے اوائل میں برادرانہ فضا میں ایک عظیم درویش برادری کا قیام عمل میں آیا۔ آج درویشوں کے ستر خانوادے ہیں، مغربی ممالک میں سب سے زیادہ مشہور فرقہ 'مولویہ' ہے جو مذہبی دوروں کی وجہ سے 'سیاح درویش' بھی کہلاتے ہیں۔ 'شیعہ' فرقے کے کچھ لوگ مختلف خصوصیات کے حامل ہوتے ہوئے بھی اپنے مذہبی میلانات ورجحانات کے زیرِ اثر ہر سال دس روز تک حضرت محمدؐ کے نواسے حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا

عشرہ مناتے ہیں جس میں شان و شوکت کا اظہار کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے جانشینوں کی حیثیت سے جسمانی تکلیف دہی کے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔ جن پر ہندوستان کے علاوہ عراق اور ایران میں پابندی عائد کی گئی ہے۔

"ایک نیا فرقہ جو اسلام میں ایک نئی رسالت تسلیم کرانا چاہتا ہے"

کوئی مذہب اسلام کی سی اس تیز رفتاری سے نہیں پھیلا لیکن تبلیغ کا طریقہ مغربی نظریہ سے ملتا جلتا نہ تھا۔ یعنی اسلام میں ترویج و اشاعت صرف تلوار اور شعلوں کے ذریعہ کی گئی۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام "جہاد" کی اجازت دیتا ہے۔ اکثر مفتوح لوگوں نے معافی کی خواستگاری پہ اسلام کو ترجیح دی اور مسلمان ہو گئے۔ مسلمانوں نے اکثر یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیہ اور خراج ادا کرنے میں مذہبی آزادی دی۔ اکثر اشخاص نے اس کی بہترین مذہبی پالیسی کی وجہ سے اسلام اختیار کیا اور ان صدیوں میں جب کہ بوستانِ اسلام میں شگفتگی اور بہار چھائی ہوئی تھی۔ نہایت ہی خاموش اور پُر سکون طریقے پر اس کی اشاعت ہوتی رہی۔ عرب تُجّار نے اسلامی احکام کو ہندوستان، چین اور انڈونیشیا تک پہنچا کر اشاعتِ اسلام کے لئے بہت سی کوششیں کیں۔ موجودہ وقت تک اسلام میں کوئی "منظم تبلیغی تحریک" نہیں تھی جہاں ایک طرف کٹر مسلمانوں نے خدا اور انسان کے درمیان کسی کی سفارش سے انکار کر کے کسی مستقل نظام پیشوائی کو فروغ نہ پانے دیا وہاں دوسری طرف اسلامی عقیدے نے ہر مسلمان کو "مبلغ" قرار دیا۔ اسلام خود اپنے غرور کا بھی شکار ہوا۔ دوسرے مذاہب کے عقائد سے نفرت اور حقارت کی وجہ سے بیرونی نئی اور مفید تجاویز کو اپنانے سے اسلام نے انکار کیا، لیکن آج یہ علامات نظر آ رہی ہیں کہ اسلامی تبلیغ نے عیسائی تبلیغ کی اصطلاح میں دلچسپی لینی شروع کر دی ہے۔ قاہرہ کی قدیم یونیورسٹی "جامعہ الازہر" جو اسلامی فراست کا ایک مرکز ہے اور جس نے مغربی اثرات کی کافی مخالفت کی تھی۔ اب اس تبلیغ کے میدان میں طلبہ کو تربیت دے رہی ہے اور بہت سے مذہبی ادارے

اور ان کی شاخیں مذہبی زور اور تاثیر کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ ان تمام میں سب سے زیادہ زور دار اور اہم فرقہ 'احمدیہ' ہے جس کے مرکزی مقامات پاکستان میں ہیں۔ اور جس کے مبلغین یورپ، افریقہ، امریکہ اور مشرقِ بعید میں پھیلے ہوئے ہیں۔

'احمدیہ' جماعت کی تحریک گذشتہ نصف صدی میں ہندوستان سے اُٹھی اس کی ابتدار اسلام کی دیگر جماعتوں اور فرقوں کی طرح غیر معمولی تھی۔ ۱۸۹۰ء میں پنجاب کے ایک مقام قادیان سے مرزا غلام احمد نامی ایک مصلح نے یہ اعلان کیا کہ وہ نئی وحی اور عہدِ جدید میں اسلام کی نئی تعبیرات کا پیغامبر ہے۔ اُس نے یہ بھی انکشاف کیا کہ اُس سے متعلق قرآن اور انجیل دونوں مقدس کتابوں میں پیشین گوئی کی گئی ہے اس نے عیسیٰؑ اور مہدیؑ ہونے کا بھی دعویٰ کیا اور یہ کہا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ سے مشابہت رکھتے ہوئے خصوصیات کا حامل ہے۔ (بعد میں اُس نے خود کو حضرت عیسیٰؑ پر فوقیت دی) چند سالوں کے بعد اُس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ ہندو مت کے 'کرشنا' کا وہ اوتار ہے (لائف انٹرنیشنل ۴ر اپریل) اُسے اپنی پیشینگوئی کی قابلیت پر بھی فخر حاصل تھا۔ اُس نے اپنے مخالفین کی اموات کے بارے میں جو پیشینگوئیاں کی تھیں وہ اس حد تک صحیح ثابت ہوئیں کہ حکومت کرنے اور اُس پر پیغمبرانہ قوت کے استعمال کرنے پر پابندی لگا دی۔ اس کی تعلیمات آزاد خیالی پر مبنی تھیں وہ اشاعتِ اسلام شمشیر و جہاد کی بجائے تلقین و ہدایت سے کرنا چاہتا تھا۔

۱۹۰۸ء میں مرزا احمد کی وفات کے بعد اُس کے پیرو کار دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک 'قادیانی' گروہ جو مرزا احمد کو پیغمبر کی حیثیت سے تسلیم کرتا تھا اور دوسرا گروہ جو اس نظریہ کی مخالفت کرتا تھا۔ آخر الذکر گروہ نے اشاعتِ اسلام کے لئے لاہور میں ایک سوسائٹی قایم کی۔ آج یہ دونوں گروہ تمام عالم میں تبلیغی کام کر رہے ہیں۔ قادیانیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ انھوں نے افریقہ میں جو اس تبلیغ کا خاص نشانہ تھا، ساٹھ ہزار اشخاص کو اس مذہب میں شامل کرایا۔

یہ واضح ہے کہ دنیا میں اسلام جہاں کہیں پھیلا ہے صرف اس وجہ سے کہ "سفید" نسل کے لوگ تعصب اور جانبداری کی وجہ سے عیسیٰؑ کی ان تعلیمات کو بھول بیٹھے جس میں انھوں نے انسانی برادری اور مساوات پر زور دیا تھا۔

عیسائیت اور یہودیت کی طرح اسلام بھی جنوب مشرق کے بحر روم سے ملحقہ علاقوں کے قبائل سے شروع ہوا۔ یروشلم کی وہ پرانی چٹان جو عیسائیت سے قبل کے عہد میں ایک قربانگاہ کے طور پر استعمال کی جاتی تھی۔ ساتویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کے لئے ایک مقدس عبادت گاہ بن گئی۔ حالاں کہ اس سے قبل کبھی بھی مسلمانوں نے اسے استعمال نہیں کیا تھا دنیا کی مختلف النوع اسلامی آبادی میں مختلف نسل و قوم کے لوگ ہیں اور اکثریت ان لوگوں کی ہے جو دیگر رنگوں اور نسلوں کے گروہوں سے مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں۔ ان میں سے تین چوتھائی آبادی ایشیا میں بستی ہے اور بقیہ آبادی میں سے اکثر افریقہ میں آباد ہیں، لاکھوں حبشیوں نے جو کل آبادی کا تقریباً پانچواں حصہ ہیں اسلام قبول کیا ہے۔ افریقہ کے چند حصوں میں جہاں عیسائیت اور اسلام تبلیغ میں ایک دوسرے کے مقابل ہیں اگر دس اشخاص اسلام قبول کرتے ہیں تو کسی دوسرے مذہب میں صرف ایک ہی شخص داخل ہوتا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مغربی افریقہ میں سفید نسل کے مذہب "عیسائیت" کے مقابلے میں سیاہ نسل کا مذہب "اسلام" ہے، یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں جہاں اسلام کے ماننے والوں کی کثیر تعداد ہے اکثر مسلمان یا تو ہندو مت ترک کر کے مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں یا ان کے آباء واجداد نے سماجی اونچ نیچ اور ذات پات سے گھبرا کر ایک ایسے مذہب کے دامن میں پناہ لی جو اپنے ماننے والوں میں مساوات کا علم بردار ہے۔ اسلام جیسے مہمان نواز اور روادار مذہب میں، ہر ایک مسلمان، خواہ وہ سفید نسل سے تعلق رکھتا ہو یا سیاہ نسل سے، خواہ وہ سرخ قوم سے تعلق رکھتا ہو یا زرد سے، امیر ہو یا غریب اپنے آپ کو دنیا کے بسنے والے تمام مسلمانوں

کا بھائی سمجھتا ہے۔ توحید کے برحق اصول کے تحت اسلام حکومتِ الٰہیہ کے زیرِ سایہ انسانی برادری کی تخلیق کرتا ہے۔ اسلام کے دائرے میں آنے والے نومسلموں کا بلا تفریق مذہب و ملت مساویانہ استقبال کیا جاتا ہے۔

اس تبلیغی تحریک کے علاوہ اب یہ آثار نظر آرہے ہیں کہ مسلمانوں کے بلند عزائم اور کوششیں اسلام کو اس جمود اور ٹھہراؤ سے نکالنے میں مصروف ہیں جو مغربی دنیا کی بیداری کی وجہ سے اسلام کی عظیم الشان سلطنت پر اثرانداز تھا۔

دنیا کے تمام حصوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں بستے ہیں، سیاسی، روحانی اور معاشی طریقے پر ترقیٔ اسلام میں کوشاں ہیں۔ ترکی میں جہاں اتاترک کی حکومت کے فرمان کے بموجب اسلام کی کافی مخالفت کی گئی تھی۔ اب گزشتہ پانچ سالوں میں تقریباً سینکڑوں مسجدیں بنوائی گئی ہیں اور قومی ریڈیو اب مختلف مذہبی مسائل پر پروگرام نشر کرتا ہے اسی طرح ترکی زائرینِ کعبہ کی تعداد ہر سال کئی ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ ایران میں علم معرفت حاصل کرنے والے طلبہ کی تعداد ۱۹۵۱ء کے مقابلے میں چالیس فی صدی بڑھ گئی ہے۔ یہی کارروائیاں شمالی افریقہ میں بھی نظر آرہی ہیں۔

اسلام کے بین الاقوامی طاقت کی حیثیت سے دوبارہ نمودار ہونے کی ایک نمایاں وجہ سعودی عرب کے بادشاہ شاہ سعود، پاکستان کے سابق وزیر اعظم محمد علی اور مصر کے وزیر اعظم جمال عبدالناصر کی ملاقات ہے جو جمال عبدالناصر کی حج کے لئے پہلی مرتبہ مکہ آنے پر ہوئی تھی۔ وزیر اعظم مصر نے یہ تجویز پیش کی کہ مسلم ممالک کے سربرآوردہ لوگوں کی ایک کانفرنس ہر سال حج کے موقع پر منعقد کی جائے۔ شاہ سعود نے اس پر اپنی رضامندی ظاہر کی اور تجاویز کا خاکہ تیار کرنے کے لئے ایک مجلس عاملہ کا تقرر کیا۔ جس کے نتیجے میں اس سال حج کے بعد سعودی عرب کے صدر مقام "ریاض" میں اسلامی دنیا کی اس قسم کی پہلی کانفرنس ہوگی۔ مغربی اثرات کی وجہ سے ہر جگہ اسلام میں کشمکش کا احساس پایا جاتا ہے۔ بے دینی اور قومی خیالات کے دباؤ اور

سعودی عرب جیسے ممالک کی افراطِ زر نے مسلمانوں کو مغربی تہذیب کے تقاضوں اور اسلامی روایات سے مسلمانوں کی وفاداری کے درمیان جو گہرا اختلاف ہے اس سے خبردار کر دیا ہے۔

عہدِ ماضی میں اسلام نے اپنے اندرونی اختلافات سے چشم پوشی کے باوجود بیرونی اثرات سے بے گانگی اور بے زاری برتی۔ آج بہر حال اسلام جو جدید دنیا کی قوتوں سے ہم آہنگ ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ جدید قدامت کی اور مذہبی مصلحین جدت کی مخالفت کر رہے ہیں اور اسلام کو فراموش کردہ تصورات و خیالات کی طرف لے جا رہے ہیں کچھ لوگ ماضی کی روایات کو ترک کر دینے پر مصر ہیں۔ ان دو متضاد نظریات کے درمیان درمیانی راستہ ہے جس کے متعلق مبلغین یہ کہتے ہیں کہ اسلام اندرونی طور پر اصلاح کے بعد مغربی ممالک سے مساویانہ اور آزادانہ تعاون کی بنیادوں پر مل سکتا ہے۔ اسلام کی اس اندرونی کشیدگی کی ایک اہم مثال ہمیں پاکستان میں ملتی ہے جہاں اسلامی عقائد کی وجہ سے ایک ایسے دستور کا نفاذ جو سیاسی ضرورتوں اور قرآنی احکامات پر مبنی ہو۔ ایک مشکل اور اہم مسئلہ بن گیا ہے۔ دوسرے مقامات پر بھی مسلم زعماء اسلامی قوانین کو بدلتے ہوئے سماجی نظام سے مطابق بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سخت اور کٹر مذہبی عقائد میں تجدید کی ایک اور مثال جامعہ الازہر کا وہ اعلان ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ آئندہ تعلیمی سال سے جامعہ کے دروازے خواتین کے لئے کھول دئے جائیں گے۔

مشرق اور مغرب، جمہوریت اور اشتراکیت کے درمیان موجودہ عالم گیر کشمکش میں اسلام کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ کیوں کہ اسلام نہ تو مغرب ہے نہ مشرق۔ بلکہ دونوں کا حصہ دار ہے۔ یہ ایک جانب یورپ اور ایشیاء کے درمیان اور دوسری سمت یورپ اور افریقہ کے درمیان چھایا ہوا ہے حالاں کہ اکثر ممالک میں اشتراکی ہیں۔ لیکن تعداد میں قلیل اور غیر منظم ہیں۔ حکومت روس میں تقریباً دو کروڑ مسلمان ہیں۔ اس مسلم آبادی کا پانچواں حصہ وسطی ایشیا میں مقیم ہے اور بقیہ لوگ قزاقستان اور ولگا کے مختلف حصوں میں رہتے ہیں تاہم حکومتِ روس اسلام کو اپنا ہمنوا بنانے کی بجائے انھیں دبانے کی ہر ممکن سعی کرتی ہے جس کی رُو سے مسلمانوں کو پسماندہ خیال کیا جاتا ہے۔ رجعت

پرست کہہ کر کھلم کھلا ان کی توہین کی جاتی ہے۔ یہ مغربی دنیا کی ایک غلط فہمی ہوگی اگر وہ اسلام کو اشتراکیت کے لئے بطور خود ایک رکاوٹ سمجھیں گے یہ صحیح ہے کہ مذہب اسلام اور عیسائیت ایک ہی بنیاد سے ابھرے ہیں۔ ان کے درمیان اب بھی بہت سے سماجی اختلافات موجود ہیں جن کو دور کرنا ہے۔ مسلم جذبہ کی موجودہ زبوں حالی کے وقت اشتراکیت مسلمانوں کے لئے ایک اندھا سیاسی عقیدہ پیش کر سکتا ہے جب کہ جمہوریت اس سے عاری ہے اس میں شبہ نہیں کہ اسلام جس جانب جائے گا دنیا کے مستقبل پر گہرا اثر ڈالے گا۔ یا اسلام کے زیادہ باشعور رہنما اس حقیقت کا پورا احساس اور آگاہی رکھتے ہیں لیکن اس نظریہ یا راستے کا تقرر آخری تجزیہ پر بالآخر مبنی ہے، اس امر پر کہ اسلام نے کہاں تک اپنے عقاید کو بدلتے ہوئے حالات اور تاریخ سے موافق رکھنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے مسلمان جانتے ہیں کہ ان کے روحانی اور مذہبی مسائل حقیقت میں نازک ہیں جیسے حضرت محمدؐ نے اندازہ لگا لیا تھا کیوں کہ ایک جنگ سے واپسی پر انھوں نے صحابیوں سے کہا کہ "تم ایک کمتر جدوجہد سے ایک اہم اور بڑی جدوجہد کی طرف آئے ہو، کسی نے پوچھا "وہ اہم جدوجہد کیا ہے؟" تو حضور نے فرمایا "اندرونی جدوجہد"

"شہر یروشلم" جو اپنی مقدس چٹان کی وجہ سے قابل تعظیم و تکریم ہے۔

مکہ اور مدینہ کے بعد اسلام کے مذہبی مقامات میں شہر یروشلم کا نمبر آتا ہے۔ یروشلم میں عیسائیوں اور یہودیوں کے مذہبی مقامات کے علاوہ "قبۃ الصخرہ" بھی ہے جو آج دنیا میں عرب صناعی اور فن کاری کی ایک نمایاں اور قدیم مثال ہے اس گنبد کی تہہ میں جو تیرہ سو سال پہلے بنایا گیا تھا ایک مقدس چٹان ہے جس کی مسلمان تعظیم کرتے آئے، عیسائیت، یہودیت اور اسلام کی ملی جلی روایات میں یہ چٹان مختلف اور اہم واقعات کی جائے وقوع کی حیثیت سے سامنے آتی ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک اس چٹان پر فرشتے تخلیق آدمؑ سے بھی پہلے یہاں آئے تھے اور حضرت نوحؑ کی کشتی اسی چٹان پر ٹھہری

تھی، یہیں حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کی قربانی پیش کی تھی اور حضرت الیاسؑ سے لے کر حضرت محمدؐ تک تمام پیغمبر یہاں عبادت کے لئے آئے تھے اسی چٹان سے حضرت محمدؐ شب معراج کو افلاک پر گئے تھے اور قیامت کے دن اسی چٹان سے اسرافیلؑ اپنا صور پھونکیں گے۔ وہ بڑا گنبد جو اس چٹان کو اپنے حصار میں لئے ہوئے ہے بلکہ ان عبادت گاہوں میں جو عہد قدیم سے اس مقدس سرزمین پر کھڑی ہیں تازہ ترین تھیں۔

حضرت سلیمانؑ نے اپنا شاندار عبادت خانہ ۹۶۶ ق م میں تعمیر کرایا جسے Nebuchadnezzar نے ۵۸۶ ق۔م میں منہدم کرایا۔ بابل کے فرفرج کے بعد ۵۱۵ ق۔م میں یہاں ایک نیا مندر بنایا گیا جس کی جگہ ۲۰ قبل مسیح میں ہیرڈ (Herod) کے مندر نے لے لی۔ ۱۳۵ء میں شہنشاہ Hadrian نے اسے مسمار کرا کے اس کی جگہ بت پرستوں کا ایک مندر بنوایا۔ دوسو سال بعد ملکہ ہلینا (Helena) جو روم کے پہلے عیسائی قسطنطین کی والدہ تھیں، یروشلم آئیں اور تمام مشرکانہ مشہدوں کو منہدم کرانے کا حکم دیا۔ اس وقت سے ۶۳۶ء تک جب کہ خلیفہ حضرت عمرؓ نے یروشلم فتح کیا۔ یروشلم کا تمام فضلہ اس مقدس مقام پر پھینکا جاتا تھا۔ اس ناپاکی اور گندگی سے حضرت عمرؓ کو اس قدر صدمہ پہنچا کہ انھوں نے خود اس جگہ کو پاک و صاف کرنے میں مدد دی۔

صدیوں سے مسلمان "قبۃ الصخرہ" کی تعظیم کرتے ہیں اور تمام خاندانوں کے بادشاہوں نے اس پر خصوصی توجہ دی ہے۔ ۱۰۹۹ء سے ۱۱۸۷ء تک جب کہ اس پر صلیبی مجاہدوں کا قبضہ تھا عمارت پر ایک صلیب نصب کر دیا گیا تھا اور چٹان کو قربان گاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ کسی زمانے میں پادری اس چٹان کے ٹکڑوں کو ہم وزن سونے کے عوض بیچا کرتے تھے اور زائرین اسے تبرک سمجھ کر یورپ لے جاتے تھے۔ لیکن بعد میں عیسائی بادشاہوں نے اس پر ایک لوہے کا جنگلہ بنا دیا اور اس کاروبار کی ممانعت کرا دی۔ یہ جنگلہ آج بھی چٹان کی حفاظت کرتا ہے۔

جس وقت صلاح الدینؒ نے یروشلم فتح کیا تو انھوں نے اُس جنگلے کے علاوہ تمام عیسائی نشانات ہٹا دئے اور عمارت کے اندرونی حصے کو جڑاؤ کام سے خوبصورت بنایا۔ موجودہ عہد میں تاریخی نشیب و فراز نے کافی نقصان پہنچایا۔ جب برطانیہ کو ایک منشور کے تحت فلسطین ملا تو اس نے فوری تعمیر و مرمت کا کام شروع کیا لیکن دوسری جنگ عظیم کی وجہ سے اسے روک دینا پڑا۔

(خط کا ترجمہ)

اسلام کی رُوحانیت

مدیر، لائف انٹرنیشنل، نیویارک

جنابِ عالی!

آپ کے "لائف انٹرنیشنل" نے ۸ر اگست ۱۹۵۵ء کے شمارے میں اپنے قارئین کے سامنے "دنیائے اسلام" کا ایک روشن خاکہ پیش کیا ہے۔ اس علیل القدر مذہب کے حقائق کو جمع کر کے پیش کرنا ایک عظیم الشان کوشش ہے۔ لیکن یہ معمہ کہ اسلام اس قدر جلد کس طرح پھیلا کبھی سے حل نہ ہو سکا۔ اس کا یہ جواب ہے۔

بلاشک اسلام غیر معمولی اور پورے طور سے اس بات پر زور دے رہا ہے کہ اس زندگی کو صحیح معنوں میں کس طرح گذارنا چاہیے مشکل ہی سے زندگی کا کوئی ایسا مسئلہ ہوگا جس کے لئے اس مذہب نے مثالی عملی حل پیش نہ کیا ہو۔ ان تمام اشکال کے پیش نظر ہمیں اسلام کے دقیق مگر اہم ترین روحانی پہلو کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔

اس کی روحانیت اس کی اس تلقین پر منحصر ہے کہ خدا اور اس کے حقائق کو صحیح طریقہ پر کس طرح تسلیم کیا جائے۔ خدا ایک ہے اور ہمیں صرف اسی کی عبادت کرنا چاہیے۔ اور یہ اس کا واحد حق ہے اور ہم کسی اور کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں۔ اور یہی روحانی پیغام ہے جو تمام بنی نوعِ انسان کے لئے مفید ہے۔ محمدؐ کو متعین کیا گیا تھا کہ وہ اس کو تمام کائنات میں مشتہر کر دیں۔

یہ ایک قدرتی امر ہے کہ جب انسان اس پیغامِ ربانی سے صحیح طور پر آشنا ہوتا ہے تو خدا کی خوشنودی حاصل کرتا ہے اور خالق کے فطری اور آفاقی قوانین سے موافقت کرتا ہے۔ اور جب وہ دوسروں کو ذہن نشین کرانے کے لئے نکلتا ہے تو اسے بے پناہ قدرتی مدد ملتی ہے۔

یہی وہ متحرک قوت تھی جو محمدؐ اور اُن کے صحابیوں کے عقب میں تھی۔ اسی لئے وہ شکست سے کبھی دوچار نہ ہوئے اور دس گنا نامساعد حالات پر قابو پالیا۔ گویا روحانیت کی فتح جسم پر ہوئی۔

قدیم مسلمانوں کو ہمیشہ اپنی مدافعت کے لئے جنگ کرنا پڑی۔ انھوں نے دست درازی کی خاطر ہرگز جنگ نہ کی۔ جب کبھی انھیں دوسروں کے خلاف ہتھیار اُٹھانے پڑے تو سب سے پہلے خدائے برتر کی عبادت کے ذریعے دینی بھائی بننے کی دعوت دی۔ اگر یہ قابلِ قبول نہ ہوا تو اس کا دوسرا بدل پیش کیا کہ وہ جزیہ ادا کر کے صحیح سلامت رہیں۔ لیکن جب یہ انسانی پیش کشیں ٹھکرائی گئیں تو انھوں نے تلوار اُٹھائی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ روحانی پیغام اس ایٹمی زمانہ میں بھی اسی قدر سچا ہے جیسا کہ پہلے تھا اور ایسے ہی ہمیشہ رہے گا۔ اور یہ اس کا مستحق ہے کہ اسے ایمانداری کے ساتھ اپنایا جائے اور تمام دنیا کے اتحاد اور خوشی کے لئے پھیلایا جائے۔

طاقت سے نہیں بلکہ جرأت مندانہ کوشش سے اس کے محاسن کو زندہ تمثالوں سے ثابت کر کے آج بھی

اسی قدر ضروری ہے جیسا کہ کبھی ہو سکتا ہے۔ اگر ان محاسن کی صحیح طریقہ پر وضاحت کی گئی اور سمجھا یا گیا تو دنیا آج بھی اس ہمہ گیر سچائی کو قبول کرنے کے لئے اسی طرح کمر بستہ نظر آرہی ہے جیسے پہلے کبھی تھی۔

اس کے بعد عالم آخرت کا روحانی تصور آتا ہے۔ اسلام جانچ کر اس زندگی کو زندگی بعد الموت میں دریا میں محض ایک قطرہ ثابت کرتا ہے۔ زندگی پر تکلف نظر آتی ہے لیکن وہ اس قدر لغو اور فریب دہ ہے کہ ہم بمشکل اسے زندگی کہہ سکتے ہیں۔ حقیقی زندگی صرف عالم آخرت کے مقام پر ہوتی ہے۔

محمد صلعم نے زندگی بسر کی اور صرف اس تصور کی خاطر رہنے کی تعلیم دی۔ اس دنیا میں وہ ایک ایسے سوار کے مانند تھے جو تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ یہ ریاضت نہیں بلکہ دنیاوی محبت سے نجات ہے۔

امانت اور غربت آزمائش کی علامتیں ہیں۔ تمام دولت خدا کی ہے اور ہمیں اس دولت کو بحیثیت امانت کے اسی کے لئے استعمال کرنا چاہیئے ہمیں نقصان کے لئے زخم ہے اور فائدہ کے لئے خوشی۔ عمرؓ نے تمام سرکاری دولت تقسیم کی اور پیوند لگے ہوئے جامے پہنے اور لوگوں کے ساتھ جزرسی میں شریک ہوئے۔ محمد صلعم کہا کرتے تھے کہ یہ غربت نہیں جس سے میں خائف ہوں؟ لیکن یہ اقبال (دولت) تمہارا خیر مقدم کرے گی تمہیں تباہ کرے جیسا کہ اس نے دوسروں کو تباہ و برباد کیا ہے۔ دنیاوی ضروریات کے لئے بہت تھوڑا کافی ہے۔ بہت زیادہ غیر ضروری ہوتا ہے دنیا کو حقیر سمجھو اور وہ تمہارا تعاقب کرے گی اور اگر اس کی طلب کرو گے تو وہ تم سے پرہیز کرے گی۔

دولت کی تو ہین انسان کو بے غرض بناتی ہے وہ جملہ اشیاء کو خدا کی راہ میں نثار کرتا ہے مدینہ کے مسلمانوں نے مکہ کے مہاجرین کے ساتھ اپنا تمام اثاثہ بانٹ لیا تھا۔ حتیٰ کہ اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دینے پر رضامندی ظاہر کی تاکہ اہل مکہ اس کو اختیار کرے لیکن آخر الذکر نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا۔ یہی وہ افراد تھے جنہوں نے دولت سے احتراز کیا۔ انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ موت سے کھیلے۔ شیر کی طرح لڑے اور عالم آخرت کے لئے بیتاب رہے۔ یہی وہ اشخاص تھے جو اپنی بے مثال جرأت اور بے انتہا تیزی سے اسلام کو قائم رکھ سکے۔ تاریخ میں ان کی نظیر کوئی نہیں۔ کیا یہ تعجب خیز امر نہیں کہ دنیا نے اپنے تمام خزانے ان کے پیروں تلے رکھے تھے؟

خدا اور عالم آخرت سے اس قدر پاکیزہ محبت کے ساتھ ہر طرح کی عبادت ایزدی کے سوا کوئی چیز انہیں عزیز نہ تھی۔ ہر روز کی عبادت روحانی جنت بنتی ہے۔ مگر بغیر اس محبت کے وہ ایک بوجھ اور دھوکا ہے۔ دنیاوی تعلقات کی بنا پر اپنے رب سے ہم آہنگی کر کے وہ شخص اپنے آپ کو پاتا ہے جیسے ہی وہ عبادت میں محو ہوتا ہے۔

اسلام کے اس روحانی پہلو کا اندازہ لگائے بغیر یہ جاننا ناممکن ہے کہ اسلام ہے کیا۔ اور ایسے مواقع پر ہمارا مطالعہ اور تطبیق غیر منطقی ہو جاتا ہے۔ تاہم یہ اسلام کی زندہ روح ہے۔ یہ اسلام کی دائمی و بدائشت عروج کی پوشیدہ تاریخی مظہر قدرت کی کلید ہے۔ یہ آج کل کے نازک روحانی مسائل کا جواب ہے۔

نوٹ: "لائف انٹرنیشنل" نے ایک خط کشیدہ جملے کو اپنے ۲۸ نومبر ۱۹۵۵ء کے شمارے میں شائع کیا تھا۔ "الدار القیمہ" بھیمڑی ۵-۱۰-۱۹۵۵ء
(عبد الصمد شرف الدین)